جہنم کے سوداگر
THE TRADERS OF HELL
محمد جبران
ایم فل اسکالر
Episode 3 :
شیطان کو بلیدان
راوی :وقارعلی جان
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

شیطان کو بلیدان (تیسری قسط)

1997 میں جب ڈیوڈ افغانستان میں تحریک الشیر تنظیم کے سر ابرہ ابو المسعود کا مہمان بنا تو اس گروپ کے اندر ہمارے جاسوس پہلے سے ہی موجود تھے۔ جو اس کی تمام خبریں اسلام آباد ہمارے ہیڈ کوارٹر میں پہنچا رہے تھے، اس کے روز و شب کی ہر قسم کی نقل و حرکت کی مکمل اطلاع ہمیں ملتی تھی۔ یہ کہاں جاتا تھا اسکی کن سے ملاقاتیں ہوتی تھی یہ اور بہت کچھ۔ اس کے علاوہ ڈیوڈ کے وہاں ٹھہرنے کا مقصد تحریک الشیر تنظیم کے سر ابرہ ابو المسعود کو امریکہ روانہ کرنے کے حوالے سے تمام انتظامات اور ہدایات دینا تھیں۔ اس مقصد کے لئے اسے تمام ضروری کاغذات اور کوڈز دینا تھے تاکہ امریکہ جا کر اسے کسی قسم کی کوئی دشواری نہ ہو۔ یہ سب کچھ وہ ایک بیگ میں لے کر آیا تھا جس میں سفری سامان کے علاوہ ڈیوڈ کی دیگر ضروریات زندگی کی چیزیں بھی موجود تھیں۔ ابو المسعود کا کوڈ نام جان ہٹمین **John Hitman** تھا اور اسے امریکہ خصوصی طور پر کرنل اشر سے ملنے کے لئے بھجوایا جا رہا تھا۔ اس کے لئے ان کی تیاری پہلے سے ہی زبانی طور پر ٹیلی فون پر ہو گئی تھی اب ڈیوڈ کے آنے سے اس پر باقاعدہ عمل درآمد ہو رہا تھا۔ نائن الیون سے قبل ہی اسے تمام ماسٹر پلان کی تیاری کروانا مقصود تھا، اس کے لئے اس کا امریکہ آنا بہت ضروری تھا۔ جس طریقے سے ڈیوڈ افغانستان پہنچا تھا بالکل اسی طریقے سے ابو المسعود نے جانا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے اپنی داڑھی شیو کرالی تھی اور ڈیوڈ نے پاکستان میں داخل ہونے سے قبل داڑھی رکھ لی تھی اور اس نے وہاں قریباً دو ہفتے قیام کیا تھا۔ ان دو ہفتوں میں اس کی خوب آؤ بھگت اور مہمان نوازی ہوئی تھی۔ اس کی پسند کی خصوصی شراب کا بھی بندوبست ہوا تھا جس سے صبح شام اس کی تواضع ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اسے افغانستان کا ایک خصوصی پھل بھی کھلایا گیا تھا اس کی خدمت کے لئے باقاعدہ کئی ملازم مقرر تھے جو ہر وقت اس کی خدمت پر معمور رہتے تھے۔ چونکہ ان دنوں وہاں جنگ نہیں ہو رہی تھی اور ہر طرف امن و امان کی صورت حال تھی لہٰذا انسانی اسمگلنگ سے لیکر ہر قسم کی دیگر ممنوعہ چیزوں کی کھلے عام خرید و فروخت ہو رہی تھی۔ بلکہ افغانستان کی معیشت کا دار و مدار ہی انہی چیزوں پر تھا۔ سرحد کے اس پار اور اس پار آنے جانے کی کوئی روک ٹوک نہیں تھی بارڈر نام کے کسی لفظ سے وہ لوگ نا آشنا تھے اس کو تو وہ سرے سے تسلیم بھی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

پاکستان کی اپنی پالیسی بھی افغان دوستی پر مبنی تھی اسی لئے بارڈر کھلا رکھا گیا تھا اور ہماری فوج بھی بھارت کے بارڈر پر زیادہ ہوتی تھی ہمیں کبھی بھی ایران اور افغانستان سے کسی بھی قسم کا خطرہ نہیں رہا۔ سویت یونین کی جنگ کے بعد افغان مہاجرین کی ایک بہت بڑی تعداد پاکستان میں آکر بس گئی تھی انہوں نے اپنے کاروبار یہاں شروع کر دیئے تھے۔ چونکہ ہر طرف امن کا ہی پیغام دیا جارہا تھا لہذا ڈیوڈ کو قبائلی روایات کے مطابق خصوصی طور پر شکار کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔ اسے خاص ہتھیار بھی دیئے گئے تھے اور قبائلی روایات کی تاریخ کے عین مطابق اسے عزت و توقیر سے نوازہ گیا تھا۔ ان دو ہفتوں میں وہ جتنی عیاشی کر سکتا تھا اس نے وہ کی اور جب اس کا دل بھر گیا تو اسے خفیہ طور پر افغان مہاجرین کے روپ میں پاکستان داخل کرا دیا گیا۔ وہ سب سے پہلے پشاور پہنچا چند روز تک زمینی حقائق سے روشناس ہوتا رہا پھر اس نے ایک ٹرک والے بھائی کے ساتھ اسلام آباد کی طرف رخ کیا اور روانہ ہو گیا۔

پشاور میں چند روز کے قیام کے دوران اس کی خفیہ ملاقاتیں جاری رہی جس میں اس نے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کے حوالے سے پیشگی حکمت عملی پر غور کیا اور ان ملاقاتوں کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ اسلام آباد میں پیش آنے والے حالات کے حوالے سے اپنا لائن آف ایکشن مرتب کر سکے۔ جو لوگ اس سے ملے وہ ہماری تحقیق کے مطابق پہلے ہی بہت متنازع تھے اور ان کے تانے بانے بھارت سے ملتے تھے۔ سو اس گیم میں تنہا امریکہ شریک نہیں تھا بلکہ بھارت کی خفیہ ایجنسی کے پیچھے ہونے کے شواہد بھی مل رہے تھے۔ وہ تمام لوگ جن سے وہ ملا تھا وہ ہماری ہٹ لسٹ پر تھے اور ہمیں متعدد سنگین وارداتوں میں انتہائی مطلوب تھے۔ ہم نے اسے اس وقت چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ اسے اپنا کام کرنے کے لئے اس کے راستے میں بالکل حائل نہیں ہوئے۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆

مجھے یاد نہیں کہ میری بے ہوشی کے دوران کیا کیا ہوتا رہا اور میں کب تک بے سدھ رہا، بس میرے ذہن پر اندھیرے کی ایک تہہ جمی ہوئی تھی۔ وہ اندھیرا بہت گہرا اور لامتناہی تھا اس کی وسعتوں کا اندازہ کرنا میرے بس میں نہیں، وہ ایک عجیب کیف تھا ایک پراسرار سرور تھا جس میں میں نہ چاہتے ہوئے بھی جھوم رہا تھا۔ مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے میں ایک تاریک وادی میں اتر گیا ہوں جہاں ہر پل موت اپنی بانہیں کھولے میرا انتظار کر رہی تھی۔ اب آئی کہ تب آئی نہ جانے کب آئی اور پھر آکر مجھے اپنی آغوش میں سمیٹ لے گی۔ میں وقار علی جان پورے یقین سے یہ بات بیان کر رہا ہوں کہ مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا بلکہ موت تو میری محبوبہ ہے۔ اسے گلے لگ کر دنیا کی ان رنگینوں کو خیر باد کہنا ہی میری زندگی کی خواہش تھی، ہے اور رہے گی۔ مگر خواہش رکھنا ایک بات

http://paksociety.com

ہے اس کا مزہ چکھنا ایک اور بات۔ اگر اسے امتحان کہتے ہیں تو اس کا ذائقہ تو میں کئی بار چکھ چکا ہوں، اس کی لذت کا لطف میں کئی بار پا چکا ہوں۔ اے تاریک وادی کی موت آ جا مجھے اپنی بانہوں میں سمیٹ لے مجھے اب مزید انتظار مت کروا، آ جا میرے وجود سے لگ جا۔ تیری سانسوں کے ساتھ میری سانسیں ملیں اور میرے وجود میں اتر کر میری روح کو مجھ سے الگ کر دے تاکہ میں جو اپنے دل میں تیری جستجو لئے اپنی عمر کاٹ رہا ہوں ہر پل تڑپ رہا ہوں ہر پل سسک رہا ہوں اس سے مجھے ہمیشہ کے لئے آزادی مل جائے۔

نہ جانے میں کن جذبات میں بہے چلے جا رہا تھا۔ کہاں اور کس دنیا میں تھا معلوم نہیں۔ پھر وہ وقت آیا جب میں سیاہ وادی کی سرحد پار کر کے آہستہ آہستہ شعور کی دہلیز پر قدم رکھنے لگا۔ وہ وقت کتنا طویل تھا کہ جب میں سیاہ وادی میں بھٹکتا رہا اس کا تعین کرنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ یہ وقت کا وہ حصہ تھا جب میں شعور کی رمق سے بے نیاز زندگی اور موت کی کشمکش میں الجھتا رہا۔ ان کیفیات کو پوری طرح سمیٹنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ البتہ ان احساسات کی ترجمانی میں الفاظ کی صورت میں کر دی تاکہ آپ لوگ اسے جو معنی پہنانا چاہیں پہنا دیں۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ وہ جذب و مستی کی ایسی کیفیت تھی جس کا اظہار پوری طرح سے ممکن نہیں۔

شعور کی دہلیز پر پہنچتے ہی میرے ذہن کے کسی گوشے میں ایک ستارہ سا چمکا جو رفتہ رفتہ اپنی ہیئت تبدیل کرتے ہوئے اپنی اصل حیثیت سے مزید بڑا اور روشن ہوتا چلا گیا۔ اندھیرے کی تہہ آہستہ آہستہ میرے ذہن سے علیحدہ ہوتے ہوئے روشنی کی ایک نئی تہہ کو میرے ذہن میں اپنی جگہ دیتی چلی گئی۔ جوں جوں میرا شعور بیدار ہونے لگا ویسے ویسے میں اپنے آپ کو پہچاننے لگا۔ اس کے بعد جس خیال نے سب سے پہلے میرے لاشعور کے دروازے پر دستک دی وہ میرے خالق کا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں اس سے جڑے دیگر خیالات بھی مضبوطی سے اپنی جگہ بناتے چلے گئے کہ میرا رب ایک ہے اسی نے مجھے جنم دیا اور بطور مسلمان میرا یہی عقیدہ ہے کہ میں صرف اسی کی عبادت کروں اور اس کے سوا کسی کو بھی اپنے قریب نہ بھٹکنے دوں۔ وہی میرا معبود برحق ہے، صرف وہی ہے جو مجھے رزق دیتا ہے اور صرف وہی ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اس اعتبار سے میں جو کچھ بھی ہوں صرف اسی کا محتاج اور اسی کے در پر سوالی ہوں۔ جب میرے لاشعور نے مجھ پر میرا عقیدہ واضح کیا تو میں نے بے اختیار اپنے رب کر شکر ادا کیا کہ اس نے میری تخلیق کی اور اپنا ایک بندہ بنایا۔ مجھے ایسا سکون ملا جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے یہ جان کی بہت اطمنان ہوا کہ میں مسلمان ہوں اور بطور مسلمان میرا ایمان ہے کہ صرف اپنے رب پر بھروسہ کروں۔ اگر اس نے میری

زندگی رکھی ہے تو وہ ضرور مجھ سے کوئی کام لینا چاہتا تھا اور اس میں ضرور اس کی کوئی مصلیحت ہو گی۔ وہی جانتا تھا کہ وہ مجھ پر کیا احسان کرنے والا تھا اور مجھ سے خود اس نے کیا کام لینا تھا۔

اس کے بعد جو دوسرا خیال میرے لاشعور سے عود کر میرے دماغ کی اسکرین پر آیا وہ میری دھرتی ماں پاکستان کا تھا، وہی تو ہے میرا اصل عشق، میرا جنون، میری دیوانگی، میں مر تو سکتا ہوں مگر اپنے پیارے پاکستان پر کوئی آنچ نہیں آنے دے سکتا۔ پاکستان میری زندگی کا مقصد، میرا ایمان میرا سب کچھ جس کے بغیر میری زندگی ادھوری تھی، میں ادھورا تھا میری روح پیاسی تھی۔ وہ زندگی ہی کیا جس میں مقصد نہ ہو یا وہ کسی بھی مقصد یا مشن سے خالی ہو۔ جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اس دنیا میں کوئی مقصد نہیں اس یہ ضرور سوچنا چاہے کہ وہ یہاں آیا ہی کیوں؟ اگر بھارتی فلمیں اور گانے سن کر ہی اس دنیا سے چلے جانا ہے تو پھر اسے اپنی عقل و دانش پر ماتم ضرور کرنا چاہیے۔ میرا مقصد تو میری روائید شروع ہوتے ہی آپ پر واضح ہو گیا تھا اور وہ ہے پاکستان جو لا محدود جذبے ، جرات، بہادری اور تڑپ کا نام ہے۔ یہ میرے وجود میں اک روح کی مانند ہے کوئی لاکھ سر پیٹھ لے مگر مجھے میرے مقصد سے دور نہیں کر سکتا۔ جب آپ کے سامنے آپ کی زندگی کا مقصد واضح ہو تو پھر وہ مقصد وقت کے ساتھ ساتھ پیار میں تبدیل ہو تا چلا جاتا ہے اور پھر وہی پیار کچھ اور پختہ ہو کر دیوانگی میں بدل جاتا ہے۔ جب وہی دیوانگی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہوتی ہے تو انسان مدہوش ہو جاتا ہے اور پھر اسی مدہوشی کے عالم میں کیا جانے والا رقص انسان کو اپنی زندگی کا مقصد پورا کرنے کا سامان فراہم کرتا ہے اور آدمی کے ہاتھوں سے پھر ناممکن بھی ممکن ہونے لگتا ہے۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ تھا اور جب ہوا تو پھر ٹوٹ کر ہوا۔ پھر جب انسان کسی چیز کو ٹوٹ کر چاہے تو وہ چیز پلٹ کر اسے بھی وہ سب کچھ دیتی ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔

خیالات کی رو میں بہہ کر ایک اور خیال نے مجھے پھر اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ یہ تھا کہ دھرتی ماں نے میرے ذمے ایک ایسا کام لگایا ہوا ہے جس کو انجام دیتے ہوئے میں شعور کی سرحد کو عبور کرتا ہوا تاریک وادی میں اتر گیا تھا اور پھر اب میں رفتہ رفتہ واپس شعور کی دہلیز سے ہوتا ہوا اپنی یادداشت کو بحال کرتا ہوا زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا۔ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لے اس وقت جو لبادہ میں نے اوڑھ رکھا تھا اب مجھے اس کی باتیں یاد آنے لگی تھی۔ مجھے جو کردار نبھانے کے لئے دیا گیا تھا اب مجھے اس کی باتیں یاد آنے لگی تھیں۔ وہ تو باتوں کا ایک عظیم الشان سمندر تھا جسے عبور کرتا ہوا میں اپنے آپ کو زندگی کے قریب اور موت سے دور کر رہا تھا۔ اب مجھے اس کردار میں دوبارہ اترنا تھا، وہ میرے اصل عقیدے سے میرے اس کردار کے عقیدے سے بالکل مختلف

http://paksociety.com

تھا۔ میں اس وقت ایک یہودی ہونے کا دم بھر رہا تھا سو مجھے اب اس کے ساتھ انصاف کرنا تھا اور جہاں انصاف کے نام آ گیا تو پھر یہ صرف برائے نام نہیں تھا مجھے اس کے انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا تھا۔ اس سے کیا مراد تھی؟ یا اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کا کیا مطلب تھا تو وہ سادہ سی زبان میں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے ڈیوڈ کی شخصیت میں ڈوب کر ایک اداکار کی طرح اس کی زندگی کے ہر گوشے کی ہو بہو ویسے ہی نکل کرنی تھی جیسا کہ مجھے کرنے کو کہا گیا تھا۔ لہذا اسی کو پورا کرنے کے لئے میں اپنے کردار میں ڈوب گیا تھا۔ اس کے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے اور عادات واطوار کی خوب مہارت کے ساتھ کاپی کرنی تھی نہ صرف کرنل اشر اور اس کے گروپ کے سامنے بلکہ ڈیوڈ اور ڈائمنڈ کے گروپ کے ہر دشمن کے سامنے تاکہ مجھ پر کسی کو بھی شک نہ ہو اور میں احسن طریقہ سے اپنا کام کرتا چلوں۔ مجھے اپنے ماضی کی ایک ایک بات یاد آنے لگی اور پھر میں اس گہرے سمندر میں اترتا چلا گیا۔ ان علامات سے ایک بات تو واضح ہو گئی تھی کہ میری یاداشت بالکل ٹھیک تھی، کیونکہ ایسے موقعوں پر اکثر ایسا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ میں نے ایک بار پھر اپنے رب کا شکر ادا کیا بے شک اس کے مجھ نہ چیز پر بے پناہ احسانات تھے جس کا میں جتنا شکر ادا کرتا وہ کم تھا بے شک وہ قادر مطلق ہے جس کو دیتا ہے تو بے انتہا دیتا ہے۔ اس کی نعمتوں کا شمار میرے کیلکولیٹر کی گنتی میں ہی نہیں تھا۔۔۔

مجھے گزشتہ واقعات یاد آنے لگے جہاں پر آ کر میرے شعور کی گاڑی تھم گئی تھی اسے دوبارہ رواں کرنا بہت ضروری تھا جو ان تمام واقعات کو یاد کر کے تروتازہ کر کے ہی ممکن تھا۔ آخری دفعہ جو واقعہ میرے ساتھ ہوا تھا وہ میرے لئے کچھ نیا نہیں تھا بلکہ ایک عمر گزری تھی مجھے ایسے واقعات میں زندہ رہنے کی تو اب تو عادت ہو گئی تھی۔ ان حالات میں کس طرح پیش آنا ہے اس کی بھی وقتاً فوقتاً ٹریننگ ہوتی رہتی تھی۔ اب بھی کسی فلم کی مانند میرے ذہن میں تمام واقعات ایک بار پھر سے چلنے لگے کہ جب میں بلیک ڈائمنڈ گروپ کے سربراہ کرنل اشر کے ساتھ اس کے آفس میں تھا اور اس نے مجھ سے آئندہ پیش آنے والے عالمی حالات پر پہلے سے کی گئی اپنی پلاننگ کے تمام بلیو پرنٹس دکھائے جس میں اس نے مجھے واضح کیا کہ کس طرح آئندہ آنے والے دنوں میں مسلمان ملکوں کے ملک صفحہ ہستی سے مٹتے چلے جائیں گے اور تمام واقعات خصوصاً مشرق وسطیٰ میں پیش آئیں گے اور اس کے نتیجے میں ایک نئی مسلمانوں کی خلاف کا اعلان ہو گا۔ جس میں ایک نیا خلیفہ وقت لوگوں سے اپنی اطاعت قبول کرنے کا کہے گا اور لوگ اس کے عشق میں جہاد کا نام استعمال کر کے لوگوں کا قتل عام کریں۔ ان حیران کن سیاسی حالات میں سب سے زیادہ قتل مسلمانوں کا ہو گا اور

http://paksociety.com

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety
پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1
پاک سوسائٹی کو گوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہماراویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

مسلمان خود ہی ایک دوسرے کا قتل عام کریں گے اور پھر فخر سے کہیں گے کہ دیکھا ہم نے اتنے لوگوں کو مارا بلکہ وہ تو درحقیقت یہ سمجھیں گے کہ وہ جہاد کر رہے ہیں۔ اسی گفتگو کے دوران اس نے مجھے آفر کی تھی کہ وہ مجھے نائن الیون کے بعد اپنی کسی خفیہ عبادت گاہ میں لے جائے گا اور اپنی عبادت کا ایک نظارہ کروائے گا مگر اس نے مجھے اس کام میں اپنا رازدان بنایا تھا اور کہا تھا کہ میں اس کا ذکر کسی سے نہ کروں۔ میں نے نیم رضامندی تو ظاہر کر دی تھی مگر مہلت مانگی تھی کہ میں سوچ کر بتاؤں گا اس کے بعد میں وہاں سے سیدھا میں اپنی رہائش گاہ چلا گیا تھا اور پھر آرام کرنے کے بعد میں وہاں سے انہی کپڑوں میں ہوٹل چلا گیا تھا۔ وہاں پر میں گلاب کے پھول کی مدد سے ایک خاموش تحریر کوڈ الفاظ میں ٹشو پیپر پر لکھی تھی اور پھر اسے میں نے اپنے رائج طریقہ کار کے مطابق کوڑے دان میں پھینک دیا تھا۔ مگر اچانک وہیں پر میری مڈھ بھیڑ نامعلوم افراد سے ہو گئی تھی جنہوں نے مجھے تھوڑی سی محنت کے بعد دھر لیا تھا اور جو آخری تاثر یا خیال میرے ذہن میں تھا وہ یہ کہ میں بری طرح سے پکڑا گیا ہوں اور اب بہت نقصان ہو سکتا تھا۔

وہ نامعلوم حملہ آور جو کوئی بھی تھے انہیں ایک تو میری جان عزیز تھی اور دوسرا میں خود، اس بات کا خیال از خود ہی میرے دماغ میں اس لئے آیا تھا کیونکہ میں اب تک زندہ تھا اور یہی وہ سب سے بڑی دلیل تھی جس کی بنا پر میں نے یہ رائے قائم کی تھی۔ میرے حملہ آور کون تھے اور انہوں نے میرے ساتھ میری بے ہوشی کے دوران کیا سلوک کیا تھا اس بات کو جاننے کے لئے ضروری تھا کہ میں اپنی آنکھیں کھول کر اپنے گردوپیش کا جائزہ لوں۔ مجھے خود پر اتنا بھروسہ ضرور تھا کہ حالات جو بھی ہوں میں ان پر قابو پا لوں گا۔ آنکھیں کھولنے کا ارادہ کرتے ہی میرے سر میں درد کی ایک شدید لہر نے انگڑائی لی اور میں تکلیف کی شدت سے ہلکا سا کراہ اٹھا۔ میں نے بلااختیار آنکھیں کھولنے کی کوشش کی جو بری طرح سے ناکام ثابت ہوئی کیونکہ میری آنکھیں عجیب حیرت انگیز طور پر بھاری معلوم ہو رہی تھیں، ان کا وزن غیر معمولی طور پر زیادہ معلوم ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شدید انداز میں دکھ بھی رہی تھیں۔ لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور کوشش کرتا رہا لیکن میری آنکھیں تھیں کہ کھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں عجیب بے بسی تھی۔ مجھے اس معاملے میں کافی حیرت بھی ہوئی کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔ کیا کہیں اس دوران میری بینائی تو ضائع نہیں ہو گئی تھی؟ کیا میں واقعی اب دیکھنے کے قابل نہیں رہا تھا؟ لیکن اگر ایسا نہیں تھا تو میری آنکھیں کیوں نہیں کھل رہی تھیں؟ بہت سوچ بچار کے باوجود بھی مجھے کوئی وجہ سمجھ نہ آئی لیکن میں درد کے باوجود برابر کوشش کرتا رہا کیونکہ خدا کی امید سے میں کبھی بھی مایوس نہیں ہوا تھا۔ پہلے صرف سر میں درد تھا اب آنکھوں کے درد نے بھی اپنا حصہ ڈال دیا تھا۔ اس دوران مجھے دور کہیں سے ڈول

بجنے کی آواز آنے لگی اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کچھ لوگ مجھے اٹھا کر کہیں لے جا رہے ہوں۔ مجھے تھوڑی مزید حیرت ہوئی اور دل میں سوال پیدا ہوا کہ مجھے جو لوگ اٹھا کر لے جا رہے ہیں وہاں ڈھول کیوں بج رہا تھا؟ وہ لوگ یقیناً میرے اغوا کرنے والے ہی ہونگے اور مہذب دنیا کے رہنے والے ہونگے اور اکیسویں صدی میں ڈول وغیرہ کا تصور کچھ عجیب بھی تھا اور میرے لئے قدرے حیرت کا باعث بھی۔ پھر خیال آیا کہ کہیں میں کسی خواب کی حالت میں تو نہیں ہوں؟ مگر اپنے جسم کو جو ہچکولے اور جھٹکے لگ رہے تھے وہ مجھے حقیقت کے ہونے کا پتہ دے رہے تھے۔ میں نے تھوڑی سوچ بچار کے بعد خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ جو ہونا تھا تو وہ ہو جائے کیونکہ فی الحال تو میں بے بس تھا۔ اوپر والا مجھے جہاں لے جائے اس کے آسرے پر چلا جائوں گا اور موقعہ ملتے ہی کوئی مزید جدوجہد کروں گا۔

نہ جانے کتنی دیر وہ لوگ مجھے یوں ہی اٹھائے چلتے رہے، وقت کی کمان اب ان کے ہاتھ میں تھی اب میں انہی کے ہی سپرد تھا اور اب اگر وہ چاہتے تو مجھ پر وقت کو بھاری کر سکتے تھے۔ فی الحال تو قدرت ان پر ہر لحاظ سے مہربان دکھائی دیتی تھی۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈیوڈ پشاور سے ظہور خان کے ٹرک پر روانہ ہوا اور کوئی دو دن کے بعد اسلام آباد پہنچا تھا۔ بظاہر وہ ٹرک پر مختلف قسم کے فروٹس بہت سے ڈبوں میں لوڈ کر کے سفر کرتا تھا مگر درپردہ وہ ہیروئین سمیت دیگر نشہ آور ادویات کو غیر قانونی طور پر اسمگل کر کے اسلام آباد لاتا تھا۔ پھر وہاں وہ ایک خاص پوائنٹ پر انہیں غیر محسوس طریقے سے آف لوڈ کر دیتا تھا اور اس کا یہ دھندہ پولیس کی سرپرستی میں بڑے احسن طریقے سے چل رہا تھا۔ ہماری ایجنسی کا چونکہ وہ ڈومین نہیں تھا لہٰذا ہم نے کبھی بھی اس قسم کے معاملات میں مداخلت نہیں کی تھی۔ پولیس جانے اور اس کا کام اگر ہم چاہتے تو مداخلت کر سکتے تھے مگر اکثر ان کے دفاع کے لئے ہمارے سیاستدان کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے تھے کہ وہ ہمیں ان معاملات میں دخل اندازی کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ ویسے بھی ہمارے اور بھی بہت سے اہم کام ہوتے ہیں ملک کے داخلی اور خارجی اسکیورٹی سے متعلق حالات پر مکمل طور پر نظر رکھنا ہی ہمارا کام ہوتا تھا۔ جس کا کئی دفعہ نقصان یہ ہوتا تھا کہ غیر ملکی انٹیلی جنس ایجنسیاں انہی انڈر ورلڈ مافیاز کو استعمال کر کے ملک کے عمومی حالات پر اثر انداز ہوتی تھیں۔ لیکن جب بھی ہمیں ان کے ملوث ہونے کے مکمل شواہد مل جاتے تو پھر ہماری پوری کوشش ہوتی تھی کہ سویلین حکومت یا پولیس کے اعلیٰ افسران پر دباؤ ڈالو کر انہیں پکڑوا دیا کرتے تھے۔ کئی دفعہ یہ ممکن

http://paksociety.com

ہو جاتا تھا مگر بہت دفعہ معاملات ہمارے اختیار میں نہیں ہوتے تھے مگر ملک کی داخلی صورت حال کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے ہمیں ان غیر ریاستی عناصر کے بعض دفعہ ہمیں مجبوری کے تحت بھی اٹھانا پڑتا تھا۔۔۔

خیر ظہور خان کی ڈیلیوری سے ہماری کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر اس کے نیٹ ورک سے بہت زیادہ تھی کیونکہ وہ واضح طور پر ڈیوڈ کی مدد کر رہے تھے اور ان معاملات کو ہم سویلین حکومت کے حوالے ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ اس معاملے میں پولیس پر بھی اعتبار کرنا ہمارے سائنسدان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ اسلام آباد میں ڈیوڈ کا قیام انڈر ورالڈ کے سب سے بڑے اور بدنام زمانہ ڈان عابد سے تھا۔ عابد ڈان ہمارے خوف سے پاکستان تو نہیں آتا تھا مگر اس کا گروہ درپردہ ہمارے خلاف اکثر کام کرتا رہتا تھا۔ عابد ڈان کا قیام خفیہ طور پر برطانیہ تھا مگر اس کے گروہ کی سپورٹ ساؤتھ افریقہ کے ذریعے بھارت کرتا تھا۔ عابد ڈان کا تعلق پاکستان کے صوبہ پنجاب کے جنوبی حصہ سے تھا۔ ڈیرہ غازی خان سے وہ اپنا خوفناک گینگ آپریٹ کرتا تھا پھر اس نے غیر ریاستی سرگرمیوں کے لئے درپردہ بھارت سے مدد لینا شروع کر دیں تھیں۔ ابتداء میں تو وہ نچلے درجے کے کرائم میں ملوث رہا تھا مگر رفتہ رفتہ وہ اپنا اثر رسوخ بڑھاتا ہوا کراچی تک لے آیا تھا اور پھر وہاں سے بڑھتا ہوا بھارت کا اعلیٰ کاربن گیا تھا۔ پھر وہ اچانک غائب ہو گیا، بہت تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ساؤتھ افریقہ اور برطانیہ میں رہ کر اپنا پورا نیٹ ورک چلا رہا تھا۔ اس کا بظاہر دھندہ پاکستان میں منشیات فروشی اور غیر قانونی اسلحے کی اسمگلنگ کرنا تھا جو بڑھتا بڑھتا ریاستی اداروں کے خلاف ہو گیا تھا۔

ڈیوڈ کا عابد گینگ کے آدمیوں سے کے ذریعے آپریٹ کرنا کسی خطرے سے خالی نہیں تھا کیونکہ اس گینگ کی جڑیں پوری پاکستان میں پھیلی وہی تھیں اور جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ڈیوڈ کا پاکستان آنے کا مقصد ہمارے قومی ایٹمی سائنسدان کو قتل کرنا تھا۔ یہ بات تو ہمیں معلوم تھی مگر اس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ہم نے عابد ڈان کو بذات خود ڈیوڈ کے ساتھ اسلام آباد میں دیکھا۔ عابد ڈان وہ بدنام زمانہ شخص تھا کہ جس پر قتل کے بے تحاشہ پرچے تھے مگر پولیس خوف کی وجہ سے اس پر کبھی ہاتھ نہیں ڈالتی تھی۔ یہ وہ بھیڑیا صفت انسان تھا جس نے خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے باپ کا قتل کر دیا تھا اور وہ لوگوں کو بڑے فخر سے بتاتا تھا کہ دیکھو اگر میں اپنے باپ کو نہیں چھوڑ سکتا تو باقی کسی کی میرے سامنے کیا اوقات۔ اس کے باپ کی موت انتہائی پراسرار انداز میں ہوئی تھی۔ وہ راہ چلتے راستے میں اچانک گر گیا تو لوگ اسے اٹھا کر ہسپتال لے گئے، وہاں پہنچتے ہی پہلے اس کا جسم لال ہوا پھر حیرت انگیز طور پر تیز سبز رنگ کا ہو گیا۔ ڈاکٹروں کے مطابق اس کو کسی نے انتہائی ہوشیاری سے ایک انتہائی خطرناک افریقی زہر دیا تھا جس

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

کی مقدار انتہائی قلیل تھی۔ چند ہی روز تڑپنے کے بعد وہ گہرے نیلے رنگ میں تبدیل ہوا اور پھر اس کی موت ہو گئی۔ بعد میں عابد بڑے فخر سے کہتا تھا کہ دیکھا پولیس کو اب تک کوئی کلیو نہیں ملا کہ قاتل کون تھا وہ پھڑک پھڑک کے مر گیا۔ مگر پھر کبھی بھی اس حادثے پر آج تک حقائق واضح نہیں ہو سکے تھے اور نہ اس کی اپنے باپ سے عداوت کی اصل وجہ کسی کو معلوم ہو سکی تھی۔ عابد کا اسلام آباد میں ڈیوڈ کے ساتھ ہونا کیا کیا گل کھلا سکتا تھا اس کا اندازہ ہمیں آنے والے وقت میں ہو سکتا تھا اور اب ان دونوں کا سدوباب کرنا بے حد ضروری ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

میں تو مجبور اور بے بس تھا۔ جو شخص اپنی آنکھ بھی انتہائی کوشش کے بعد کھول نہ پا رہا ہو تو وہ سوائے اپنے رب کی رحمت کے اور کس کی مدد و نصرت کا طلب گار ہو گا۔ اس یقین کے پختہ ہونے کے بعد میں نے پکا فیصلہ کر لیا تھا کہ اب خود کو میں ان بے رحم موجوں کے حوالے کر دوں وہ مجھے جہاں چاہیں بہا کے لے جائیں۔ مجھے کچھ اچھی طرح سے یاد نہیں کہ ان کے چلنے کا عمل کب تک جاری رہا اور پھر اچانک انہوں نے مجھے لے جا کر ایک جگہ کچی زمین پر گرا دیا۔ بلکہ گرا کیا دیا اگر میں یہ کہوں کے بری طرح سے پٹخ دیا تو بے جا نہ ہو گا۔ اس دوران ڈھول کے آواز برابر میرے کانوں میں رس گھول رہی تھی بس فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ آواز بہت قریب سے آ رہی تھی۔ جس سے مجھے یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی کہ میں کسی ڈول بجانے والے کے بہت ہی پاس ہوں۔ ایک بات جو قابل غور تھی وہ یہ کہ اس تمام عرصہ میں مجھے کوئی انسانی آواز سنائی نہ دی۔ خلاف توقع جو لوگ مجھے اغوا کر کے کسی ایسی جگہ پر لائے تھے جس کے پاس ڈھول بج رہا تھا وہ سب کے سب یا تو گونگے تھے یا پھر جان بوجھ کر کسی خاص مصلحت کے تحت کوئی بات چیت نہیں کر رہے تھے۔ ایسا کیوں تھا اس کا مجھ پر جلد ہی انکشاف ہونے والا تھا۔ اس سے قبل مجھے یہ اندازہ لگانے میں کافی دقت ہو رہی تھی اور میں کوئی خاص رائے قائم کرنے میں ناکام ہو رہا تھا کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور کس حال میں ہوں اور یہ اندازہ لگانا بھی میرے لئے فی الحال مشکل تھا کہ ابھی میرے ساتھ کیا ہونے جا رہا تھا۔

مجھے اس بے دردی سے پٹخنے کی وجہ سے ایک کام تو یہ ہوا کہ میرے پورے جسم میں درد کی شدید لہر اٹھی اور اس نے مجھے بری طرح سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مجھے اپنے وجود کا جوڑ جوڑ بری طرح سے بکھرتا ہوا محسوس ہوا ہوا میں صبر و استقامت سے سب کچھ اپنا امتحان جان کر برداشت کرتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی اس اثناء میں ایک اور کام جو غیر ارادی طور پر ہوا وہ یہ تھا کہ میری تھوڑی سی

http://paksociety.com

آنکھیں کھل گئیں اور حیرت انگیز طور پر ان سے بھاری پن بھی ختم ہو گیا تھا۔ جو مجھے پہلے شدت سے محسوس ہو رہا تھا میں نے کوشش کر کے اس بار مکمل طور پر اپنی آنکھیں کھول لیں اور بغیر کسی دقت کے یہ سب کچھ ہو گیا۔ آنکھیں کھلتے ہی اس سے قبل کے مجھ پر گردو پیش کے حالات واضح ہوتے ان افراد نے مجھے انتہائی بے دردی سے ایک جھٹکے کے ساتھ کھڑا کیا اور پھر میرے دونوں ہاتھوں کو مضبوطی کے ساتھ کھول کر دو ستونوں کے ساتھ رسی کے کی مدد سے باندھ کر مجھے کھڑا کر دیا۔ اس سے قبل کے میں اپنے سہارا پر کھڑا ہوتا لڑ کھڑا کر نیچے گرنے ہی لگا تھا کہ مجھے پیچھے سے کسی نے اپنے آہنی ہاتھوں میں تھام کر میری گردن میں ایک اور رسی کا پھندا ڈالا اور پھر اس سرے کو دو ستونوں کے اوپر موجود ایک راڈ کے کیساتھ خوب اچھی طرح سے کس کر باندھ دیا۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

عابد ڈان اور ڈیوڈ اسلام آباد کے پہاڑوں میں موجود ایک غار میں قیام پذیر تھے۔ یہ پہاڑی علاقہ انہوں نے حکومت سے مکمل طور پر خرید رکھا تھا۔ اس غار میں قیام پذیر ہونا اس بات کی دلیل تھا کہ وہ کافی عرصہ سے اپنا پرائیویٹ اڈا ہم سے چھپا کر پولیس کی پشت پناہی میں بنائے ہوا تھا۔ اس اڈے کی منظوری یقیناً سیاست دانوں کے ہی ایماء پر ہوئی تھی۔ بظاہر یہ پہاڑ پر موجود ایک غار ہی تھی مگر جب ہم نے اپنے انفارمر عابد گینگ میں داخل کرنا شروع کئے تو پتہ چلا کہ انہوں نے غار کے اندر پورا نیٹ ورک بنا رکھا تھا جو تمام جدید ترین سہولیات سے مزین تھا اور اسلام آباد پاکستان کا دارالحکومت ہونے کی وجہ سے اس کے نواح میں ہم اتنے بڑے خطرے کو کیسے پنپنے دے سکتے تھے۔ غار کے اندر زیر مین جدید ترین ہتھیار اور دیگر مشینری موجود تھی جس سے وہ نہ صرف امریکہ بلکہ بھارت سے بھی رابطہ میں تھے اور یہ سب کچھ سویلین حکومت کی مرضی اور منشاء کے عین مطابق ہو رہا تھا۔

عابد گینگ کے سربراہ عابد ڈان کے پاس شہر بھر کا نقشہ موجود تھا اور وہ ڈیوڈ کے ساتھ مل کر ایک بہت بڑی کاروائی کرنے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھا۔ اسلام آباد کے نواح میں ہماری ایک سیکرٹ ریسرچ لیبارٹری موجود تھی جس میں ہمارے ملک کے سب سے بڑے ایٹمی سائنس دان جناب ڈاکٹر شاہد عباس کام کر رہے تھے۔ بظاہر تو ان کی اسکیورٹی انتہائی فول پروف تھی اور ان کی اور لیبارٹری کی حفاظت ہماری انٹیلی جنس ایجنسی کی ذمہ داری تھی، جس کے لئے ہمارے انتہائی چاق و چوبند ایجنٹس اس کی چاروں طرف سے حفاظت کر رہے تھے مگر کسی بھی قسم کے خطرے کو خارج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ان کی جان ہمارے لئے بہت قیمتی

http://paksociety.com

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

تھی۔ڈیوڈ کے آتے ہی ہم نے نہ صرف لیبارٹری کی اسکیورٹی ریڈ الرٹ کر دی تھی بلکہ پاک فوج سے باقاعدہ خصوصی تربیت یافتہ کمانڈوز کے دستے کو بھی وہاں اسکیورٹی کے فرائض نبھانے کے لئے تعینات کر دیا تھا۔

ظہور خان کے ٹرک نے اسلام آباد شہر سے قبل ڈیوڈ کو ایک ٹک شاپ پر چھوڑ کر خود شہر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔جبکہ وہاں سے اسے ایک سیاہ شیشوں والی ایک نئے ماڈل کی جدید ترین کار کچھ دیر بعد وہاں سے پک کر کے شہر کے اندر لے گئی اور پھر وہاں پر موجود ایک اور خفیہ پوائنٹ پر لے جا کر اسے ایک کوٹھی میں چھوڑا گیا۔پھر کچھ دیر بعد اس کوٹھی سے ایک اور کار بر آمد ہوئی جو اسے وہاں سے لیتی ہوئی پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئی اور پھر پہاڑی سلسلے کے پاس آکر اسے ڈراپ کر دیا گیا۔وہاں ایک جیپ خصوصی طور پر اسے پک کر کے پہاڑ کے اوپر لے جا کر ایک غار کے اندر داخل ہو کر غائب ہو گئی۔کافی تحقیق کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ یہ کوئی خفیہ اڈا تھا جس میں کوئی نہ کوئی غیر قانونی کام لازمی ہو رہا تھا۔

ہمارے ایجنٹس نے نہایت غیر محسوس طریقے سے ان کی مکمل ریکی کی تاکہ ان کی مکمل نقل وحرکت پر نظر رکھی جا سکے۔اس دوران میں ڈیوڈ کا روپ دھارنے کے لئے مکمل طور پر تیار تھا۔ایک طرف تو انکی ریکی ہو رہی تھی اور دوسری جانب مجھے ان کے بارے میں مکمل بریفنگ بھی دی جا رہی تھی۔پھر اسی بریفنگ کے دوران میں ایک کٹھن امتحان سے گزر کر ڈیوڈ کے رول کو کرنے کے لئے میدان عمل میں بس آنے ہی والا تھا۔

میری ڈاکٹر دانش اسحاق صاحب سے باقاعدہ اپائونٹمنٹ طے تھی اور پھر وہ وقت آیا جب میری اور ڈاکٹر صاحب کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے دنوں میں کیا سے کیا بنا دیا۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

آنکھیں کھلنے میں تو کامیابی ہو گئی تھی مگر منظر ابھی تا حال دھندلا ہی تھا مجھے کچھ انسانی ہیولے نظر آ رہے تھے۔منظر غیر واضح اور مبہم تھا البتہ ڈھول بدستور بج رہا تھا بلکہ اب تو اس میں شدت آ گئی تھی اور وہ ایک خاص طرز پر بجایا جا رہا تھا جو میرے لئے بالکل نیا تھا میں نے اس سے قبل اس طرز کو کبھی نہیں سنا تھا۔مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اپنے آپ کو چھڑوانے کی لاشعوری جدوجہد کیوں ناں کی ممکن تھا اگر کچھ کرتا تو شاید کچھ نیا ہو سکتا تھا مگر اگر کسی کی بینائی ہی ٹھیک طرح سے کام نہ کر رہی ہو تو تھوڑی دقت تو ضرور ہو گی بالکل ایسی ہی دقت کا سامنا میں نے بھی کیا لیکن اگر میں یہ کہوں کہ نہ جانے کیوں میرے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا جو

http://paksociety.com

ہو رہا تھا اس میں میرا اختیار شامل نہیں تھا میری لاکھ کوشش کے باوجود بھی اپنے اوپر ہونے والے تمام اقدامات کو روک نہیں پا رہا تھا۔ اندر سے جس قوت اور طاقت کی ضرورت تھی میں اس میں کمی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ معلوم نہیں ایسا کیوں تھا مگر ایسا ہی تھا جیسے میں نے بیان کیا۔

مجھے مکمل طور پر مفلوج کرنے کے بعد وہ نامعلوم افراد مجھ سے دور ہو گئے۔ جو بھی کچھ ہو رہا تھا وہ میری مرضی اور خواہش کے بغیر ہو رہا تھا اور جب ایسی حالت ہو تو انسان دوسروں کے رحم و کرم و کرم پر ہوتا ہے۔ مگر مجھے اپنی قوت ارادی کو بحال کرنا تھا مجھے اپنی بینائی کو جلد از جلد واپس لانے کے لئے کوشش اور محنت کرنی تھی۔ مجھے ناکامی جیسے لفظ شدید چڑ تھی اور میں اسے اپنی لغت میں رکھنے کا قائل نہیں تھا۔ عزت ذلت دینا میرے رب کے اختیار میں تھا لیکن کوشش کرنا میرے اختیار میں تھا اور وہ مجھے کرتے رہنا تھی اس کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں تھا۔

میں نے اعصاب اور جذبات پر قابو پا کر اپنی آنکھیں آہستہ آہستہ کھولنا شروع کیں۔ یہ عمل میں نے دو تین دفعہ دہرایا تو مجھے فائدہ ہونے لگا میری بینائی کے سامنے چھائی ہوئی دھند چھٹنے لگی اور مجھ پر سامنے کا منظر واضح ہونے لگا۔ پھر وہ وقت بھی آ گیا کہ جب میں اپنے گردو پیش کو مکمل طور پر دیکھ سکوں تو اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے نیم برہنہ حبشیوں کو کھڑے ہوئے پایا جنہوں نے اپنے جسموں پر جنگلی پتے لپیٹ رکھے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑی تعداد عورتوں، بچوں اور دیگر لوگوں کی تھی یہ ایک وسیع و عریض میدان تھا جس کے عین وسعت میں ایک شخص ایک بہت بڑے ڈھول کے اوپر کھڑا اسے بے دردی سے پیٹ رہا تھا۔

ایک طرف ایک بڑے سے چبوترے کے اوپر ان کا حبشی سردار بیٹھا ہوا تھا اور بہت سے حبشی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ رات کا نہ معلوم کون سا پہر تھا میں اس کا اندازہ ٹھیک طرح سے نہ کر سکا۔ جگہ جگہ بڑے بڑے الاؤ جلے ہوئے تھے جن کی روشنی سے سارا گردو پیش روشن تھا۔ جبکہ چاروں طرف گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر سردار کے سامنے موجود سارے حبشی ایک دم سے سجدہ کی حالت سے اٹھے اور پھر انہوں نے بری طرح سے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ اسی اچھل کود کے دوران انہوں نے اپنی مقامی زبان میں نعرے بازی بھی شروع کر دی جسے میں فی الوقت کوئی مفہوم پہنانے کے قابل نہیں

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

تھا اور نہ ہی مجھے ان کی حرکات و سکنات دیکھ کر کچھ سمجھ آ رہی تھی کہ اس کا کیا مطلب تھا۔ خیر اب جو ہو رہا تھا اسے ایک کھیل تماشے کی حیثیت سے دیکھ کر لطف اندوز ہونا کا ارادہ کر کے میں اسے دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

اکیسویں صدی میں ان عجوبوں کو دیکھ کر بہت لطف محسوس ہو رہا تھا۔ آج تک قصے کہانیوں میں ہی انہیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا مگر حقیقت میں اس کا نظارہ میری زندگی میں پہلی بار ہو رہا تھا۔ مجھے ان عجوبوں کو دیکھ کر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس اچھل کود سے ان کو کس قسم کی ذہن تازگی ملتی ہو گی۔ ڈھول اسی رفتار سے جاری تھا اور اب تو باقاعدہ نعرے بازی کے ساتھ رقص بھی شروع ہو گیا تھا۔ تمام حبشی جوانوں نے بڑھ چڑھ کر رقص میں حصہ لیا۔ وہ رقص کیا تھا؟ ایک بے ہنگم نیم برہنہ جسموں کا ایک عجیب و غریب اچھل کود اور نعرے بازی تھی۔ معلوم نہیں یہ کس خوشی کا وہ جشن منایا جا رہا تھا بظاہر وہ تاثر مجھے وہ یہی دے رہے تھے کہ انہوں نے مجھے اپنے کسی دیوتا یا شیطان کے نام پر بلیدان کرنا تھا۔۔۔۔!

☆☆☆☆☆☆☆☆

(جاری ہے)

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com